© rasailojaraid.com

شفیق الرحمن (سلانوالی)

نقوشِ حضرت امیر شریعتؒ

مجتہد لوگ مر نہیں سکتے، وہ فقط راستہ بدلتے ہیں۔!

اُنکے نقش قدم سے صدیوں تک منزلوں کے چراغ جلتے ہیں

وہ لوگ جو ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ہوتے ہیں اس کا اظہار کیسے کریں۔ جذبات ہیں الفاظ نہیں۔ جن کا فخر ان کا فقر ہو۔ جو علم و عمل کے بادشاہ ہوں۔ اُن کے نقشِ کفِ پا تک مجھ جیسے کم و فہم کی رسائی کیونکر ہو سکتی ہے۔ جن کی نہ علمی گہرائی ناپی جا سکتی ہے نہ تقویٰ کی بلندی کو چھوا جا سکتا ہے۔ نہ ان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو ایسی نابغۂ روزگار ہستی ہوں جہاں ہمارا فکر، ہماری عقل ساتھ چھوڑ جائے۔ ایک ہی راستہ ہے کہ صاحبِ نظر لوگوں کی نظر سے ان کی شخصیت و عظمت کی کچھ جھلک ہم دیکھ لیں۔

محسنِ احرار ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ "امیر شریعت نمبر" میں آپ کی قرآن فہمی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان کے ذہن کو دو جگہ سے روشنی ملی۔ دوران تعلیم حضرت مولانا نور احمد امرتسریؒ سے دوسرے دور میں شاہ عبد القادر دہلویؒ کے شہرہ آفاق ترجمہ سے۔ جسے آپ نے مدت العمر ساتھ رکھا اور جیل کی زندگی میں بھی اس سے استفادہ کرتے رہے۔ ایک جگہ خود فرمایا کہ "اللہ الصمد" کے معنی میں مجھے تردد رہا۔ کہ "اللہ بے نیاز ہے"۔ بس یونہی دل کو تسکین نہ ہوتی۔ جیل ہی کا واقعہ ہے کہ شاہ عبد القادر دہلویؒ کا مترجم قرآن شریف دیکھ رہے تھے اچانک اس کا خیال آیا۔ دیکھیں شاہ صاحب کیا لکھتے ہیں۔ وہ جگہ نکالی تو حضرت نے ترجمہ فرمایا۔ "اللہ نرادھار ہے"۔ شاہ جیؒ فرماتے ہیں میں کبھی اسے نرادھار پڑھوں۔ کبھی کچھ۔ آخرکار اپنے جیل ہی کے ایک ساتھی پنڈت نیکی رام شرما کے پاس گیا جو بہت فاضل تھا۔ اس سے پوچھا کہ یہ لفظ کیا ہے وہ دیکھتے ہی جھومنے لگا اور واہ، واہ کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیے۔ میں نے چند لمحے انتظار کے بعد کہا کیا عجب آدمی ہے۔ میں انتظار میں ہوں اور آپ اپنے ہی آپ لطف لے رہے ہیں۔ مجھے بھی تو علم ہو کیا معنی ہے۔ اس کے بعد اس نے بتایا کہ یہ سنسکرت کا لفظ ہے "نرادھار" اور یہ اس ذات پر بولا جاتا ہے "جس کا کام کسی بن نہ اڑے اور جس بن کسی کا کام نہ بنے"۔ فرمایا تب مجھے تسکین ہوئی۔ اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی گمشدہ متاع مل گئی ہو۔ پھر میں نے اس پر کئی کئی گھنٹے بیان کیا۔ آگے چل کر شاہ جیؒ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کے گھر پر بہت سے علماء جمع تھے ان میں سے بے تکلف ساتھی صرف استاذی مولانا خیر محمد تھے۔ شاہ جی نے حسب عادت اکابر کا ذکر چھیڑ دیا جو بہت دیر تک جاری رہا۔ آخر میں شاہ جیؒ نے کہا سبحان اللہ کیسا اچھا وقت گزرا۔ کیسے اچھے تذکرے تھے کہ وقت کا خیال نہیں گزرا۔ جن کا تذکرہ ہوتا رہا ہے اللہ تعالیٰ محشر میں ان ہی کے ساتھ اٹھائے۔ آمین۔ اور یہ آیت "و توفنا مع الابرار" پڑھکر سب سے اس کے معنی پوچھے۔ سب نے عام معنی کیے۔ "کہ موت دے ہمیں نیکوں کے ساتھ"۔ شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیؒ نے فرمایا کچھ اور۔ سب نے سکوت اختیار کیا آپؒ نے فرمایا (پنجابی میں) "پوری پا ساڈی نال نیکاں دے"۔ ہر طرف سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کے آوازے آنے لگے۔ مولانا خیر محمدؒ نے فرمایا ماشاءاللہ۔ شاہ جی یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اور آپ نے بالکل لفظی، لغوی اور اسم مطالقتی معنیٰ بیان فرمائیں ہیں۔ پھر دیر تک تمام حظ اندوز ہوتے رہے۔ ان کی زبان دانی کے بارے میں باسم میواتی "امیر شریعت نمبر" میں لکھتے ہیں ایک روز میں نے شاہ جیؒ سے پوچھا آپ نے اتنی پُرزور اور شگفتہ اردو کہاں سے سیکھی۔ آپؒ نے کہا کہ آپ لوگ شاید ہمیں (پنجابی ڈھگہ) سمجھتے ہیں۔ آپ مولانا ظفر علی خان سے یہ سوال کیوں نہیں کرتے۔ پھر شفقت سے فرمانے لگے آپ اردو کے کلاسیکل شاعر "شاد عظیم آبادی" کو جانتے ہیں میں نے کہا اچھی طرح۔ انہوں نے فرمایا جب شاد صاحب کو اردو کے کسی محاورہ یا لفظ کے بارہ میں شک ہوتا تھا تو وہ ایک خاتون سے اس سلسلہ میں استفسار کرتے تھے وہ خاتون کون تھی؟ وہ میری نانی تھیں۔ چنانچہ اردو ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔ آپؒ نے ۲۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو مسجد خیر دین میں تقریر کی۔ اس پر مقدمہ چلا۔ تین سال تین ماہ حبسِ تنہائی کی سزا سنائی گئی۔ فرمایا خدا کا شکر ہے میرا ایمان قوی ہے کوئی دنیاوی طاقت سوائے میرے معبود حقیقی کے میرے ایمان پر غلبہ نہیں پا سکتی۔

۱۹۲۱ء میں عدالت نے بغاوت یعنی ۱۲۴ (الف) تعزیرات ہند کا جُرم عائد کیا۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا بہت اچھا جو جی چاہے کیجئے۔ میں وہی کروں گا جو میرا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں۔ جب حضرت شاہ جیؒ ٹرین میں سوار ہو کر لاہور کی طرف چلے ہر اسٹیشن پر ہجوم ہو جاتا تھا آپؒ ہر ایک سے کشادہ روی اور تبسم سے گفتگو فرماتے تھے۔ سب کو یہ نصیحت کرتے کہ کام کرو مجھے دیکھ کر کیا کرو گے۔ ایک شخص نے قرآن کریم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا یہ مجھے قید کرانے والا مقدس وارنٹ ہے۔ میں اس کے پڑھنے میں قید ہوا ہوں اس کے ایک لفظ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کیلئے جیل جا سکتا ہوں۔ اور جا رہا ہوں وہاں مجھے اس کے پڑھنے کا موقع مل جائے گا۔

"مقدمہ ثانیہ"۔ ۱۹۳۴ء میں نذیر قادیانی نے کہا تھا اگر میں کانفرنس میں شریک ہوتا تو بخاریؒ کو وہیں گولی مار دیتا۔ یہ کانفرنس آپ نے قادیان میں کی۔ اور مرزائیت کے خلاف علم بلند کیا۔ مسٹر جی ڈی کھوسلا سیشن جج گورداس پور کی عدالت میں کیس چلا۔ مرزا بشیر کو بھی عدالت میں لایا گیا۔ اس تقریر کے کچھ حصے قلمبند کرتا ہوں۔ فرعونی تخت الٹا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ تخت نہیں رہے گا۔ وہ نبی کا بیٹا ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ وہ آئے تم سب چپ بیٹھ جاؤ وہ مجھ سے اردو، پنجابی، فارسی ہر معاملے میں بحث کرے یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائیگا۔ وہ پردے سے باہر آئے۔ نقاب اٹھائے کشتی لڑے۔ مولا علیؓ کے جوہر دیکھے وہ ہر رنگ میں آئے۔ وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے میں ننگے پاؤں آتا ہوں۔ وہ ریشم پہن کر آئے۔ میں کھدر پہن کر آتا ہوں۔ وہ مزعفر، کباب یاقوتیاں اور پلومر کیٹونک اپنے ابا کی سنت کے مطابق کھا کر آئے۔ میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جو کی روٹی کھا کر آتا ہوں۔ یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ برطانیہ کے دُم کٹے کتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ وہ خوشامد اور برطانیہ کے بُوٹ صاف کرتا ہے۔ میں تکبر سے نہیں کہتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ پھر بشیر کے اور میرے ہاتھ دیکھو۔ میں کہتا ہوں کہ اپنی ہوش میں آؤ تمہاری طاقت اتنی بھی نہیں جتنی پیشاب کی جھاگ ہوتی ہے۔ جو پانچویں جماعت میں فیل ہو جائے وہ نبی بن جاتا ہے۔ اور مسیح کی بھیڑوں تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جس سے اب پالا پڑا ہے یہ مجلس احرار اسلام ہے۔ اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔ اور مرزائیوں اپنی نبوت کا نقشہ دیکھو۔ اگر تم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو نبوت کی شان تو رکھتے اور انگریزوں کے کتے نہ بنتے۔ موضع پیر غازی ضلع گجرات میں حضرت شاہ جیؒ تشریف لائے۔ لالہ موسیٰ اسٹیشن پر اترے۔ وہاں تقریر کیلئے مجبور کیا یہ وہ وقت تھا جب سر سکندر حیات لیڈر یونینسٹ پارٹی نے حضرت کی مقبول عام شخصیت سے مرعوب ہو کر ختم کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور اپنے دور کے خوشامدی سپرنٹنڈنٹس کو خفیہ خطوط لکھ کر ہدایت کی کہ جب شاہ جیؒ آپ کے ضلع میں تقریر کے لئے آئیں تو چالاک اور ہوشیار رپورٹر تقریر نوٹ کرے۔ اور خالی جگہ چھوڑتا چلا جائے تاکہ بعد میں حسب خواہش عبارت درج کی جا سکے۔ جس سے قتل عمدن کھلی بغاوت اور فساد و خون ریزی کی ضبطی وغیرہ ہو سکے۔ اس مقدمہ ثلاثہ کے گواہ استغاثہ سرکاری رپورٹر مسٹر لدہا رام تھے۔ حضرت شاہ جیؒ جیل دیوانی سے نکل کر سب جیل جا رہے تھے۔ سب لوگوں نے جو آئے ہوئے تھے سلام پیش کیا۔ لدہارام پولیس رپورٹر نے بھی سلام عرض کیا۔ شیخ عبدالمالک نے کہا کہ شاہ جیؒ یہ آپ کی تقریر نوٹ کرنے والا رپورٹر ہے۔ حضرت شاہ جیؒ نے لدہارام کی طرف سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔ لدہارام ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ اس میں سچ اور جھوٹ کھل کر سامنے آ جائے گا۔ وہ خدا کی عدالت ہوگی۔ ہمیں اس کی پیشی کا بھی خیال رکھنا چاہیے یہ کلمات فرما کر آپ چلے گئے۔ لدہارام کے دل پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔ اسے تاب نہ رہی کمپنی باغ جا کر رو دیا۔ جب طبیعت ہلکی ہوئی تو اس کی کایا پلٹ چکی تھی۔ آگے کی تفصیل صاحب علم حضرات "مقدمات امیر شریعتؒ" مرتبہ سید ابوذر بخاریؒ کا مطالعہ کریں۔ سید مقبول شاہ جو ان دنوں ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ نے کہا جب میں ہائیکورٹ میں شاہ جیؒ کے خلاف شہادت دینے گیا تو لاہور میں سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی ڈی نے مجھے خاص طور پر ہدایت کی۔ دوران شہادت سید صاحبؒ سے آنکھ نہ ملانا اگر آنکھ مل گئی تو شہادت نہ دے سکو گے۔ اس لیئے شہادت دیتے وقت اپنے پاؤں کے ناخنوں پر نظر رکھنا۔ تاکید ہے۔ یہ واقعہ حضرت شاہ جیؒ کی محبوب و مقناطیسی شخصیت اور ایمانی عظمت کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ آغا شورش کاشمیریؒ اپنی کتاب "سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری" میں رقم طراز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ جیؒ اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ ایک دن ان سے سرونسٹن چرچل کی خطابت کا ذکر چھڑ گیا۔ اظہر صاحب نے اس کی خطابت کے متعلق بہت سی چیزیں بیان کیں۔ کہنے لگے چرچل عموماً لکھی ہوئی تقریر کرتے تھے اور انگریزی میں ملکہ خاص حاصل تھا۔ ان کی خطیبانہ شہرت کا سبب انگریزی کا غلبہ تھا۔ اس لیئے چرچل کا نام موجود ہے۔ اردو اس کے برعکس محدود ہے۔ جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برِ عظیم میں بولی جاتی ہے وہاں بھی ایک زبان نہیں۔ کئی زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ اردو عالمی زبان ہوتی تو شاہ جیؒ دنیا کے سب سے بڑے اور منفرد و یگانہ خطیب تسلیم کیے جاتے۔ اظہر صاحب نے کہا کہ چرچل بلحاظ خطابت شاہ جیؒ کے مقابلہ میں کچھ نہیں تھا۔ الفاظ شاہ جیؒ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے کہ وہ انہیں کب استعمال کرتے ہیں۔ وہ بڑے سے بڑے مجمع کو اکائی میں ڈھال کر شکار کر لیتے۔ ان کے ہاں الفاظ خانہ زاد کی حیثیت سے موجود رہتے اور وہ ان سے موقع محل مناسبت سے اس طرح کام لیتے کہ بقول انیس

دعا دے مجھے اے زمینِ سخن

کہ میں نے تجھے آسماں کر دیا

ان کی زبان پر چڑھ کر سینکڑوں منسوخ و متبدل الفاظ شائستہ و حسین ہو گئے اور سماعت میں جھولنے لگے۔ اکثر پنجابی الفاظ اور پنجابی دوہے جو کھلنڈروں کے مزاج کا حصہ تھے ان کی بدولت بالا ہو گئے۔ ان کی زبان پر آکر ان کا شرف بڑھ گیا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے راقم (شورش کاشمیریؒ) سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا شاہ جیؒ کا اردو میں وہی مقام ہے جو اردو شاعری میں میر انیس کا درجہ ہے۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے شاہ جیؒ سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو مرغ و بریانی کھلائیں گے تو ہمارا ساگ و ستو کون پوچھے گا۔ مولانا ظفر علی خان فرماتے تھے کہ اردو میں شاہ جیؒ سے بڑا خطیب پیدا نہیں ہوا اور آئندہ بھی کئی نسلیں ایسا خطیب پیدا نہیں کر سکیں گی۔ مولانا شوکت علی مرحوم کا ارشاد تھا کہ شاہ جیؒ بولتے نہیں موتی رولتے ہیں انکا وجود چشمہ صافی ہے۔ مرحوم شہید نرب نشتر نے کہا تھا شاہ جیؒ نے خطابت میں انا الحق کی بنیاد رکھی ہے۔ وہ بیک وقت سرو سمن اور دار و رسن کے خطیب ہیں۔ آگے چل کر آغا صاحب مہاتما جی کا تاریخی جملہ نقل کرتے ہیں۔ شاہ جیؒ آگ ہیں جو دشمنوں کے نشیمن پھونکتی اور دوستوں کے چولہے جلاتی ہے۔ وہ ہواؤں کو روک کر اس سے روانی اور سمندر کو ٹھہرا کر اس سے طغیانی لیتے ہیں۔

آغا صاحبؒ اپنی کتاب "ابوالکلام آزاد" میں لکھتے ہیں شاہ جیؒ ہندوستانی مسلمانوں کی دیرینہ آبادی میں قدرت کا عطیہ تھے۔ وہ خود ایک عہد، ایک تاریخ، ایک ادارہ، ایک تحریک اور ایک جماعت تھے۔ ان سے بڑا خطیب نہ اردو زبان نے پیدا کیا اور نہ مستقبل قریب میں اس کے آثار ہی نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام و بیان کی تاثیر و سحر کا یہ حال تھا کہ دلوں کی سنگینی موم کی طرح پگھلتی اور دماغوں کا انجماد رواں دواں ہو جاتا تھا۔ انہیں ہوا کے جھونکے اور سمندر کی موجیں گوش بر آواز ہو کر سنتی تھیں۔

آغا صاحب نے حضرت شاہ جیؒ سے پوچھا آپ نے زندگی میں "ابوالکلام آزاد" سے کتنی ملاقاتیں کی ہیں۔ فرمایا یاد تو نہیں۔ بیسیوں دفعہ ان سے فیض حاصل کیا۔ ہم نشین رہا، ہمسفر رہا شاہ جیؒ نے فرمایا کہ میں مولانا کی زبان کہاں سے لاؤں۔ ہم لوگ مولانا کے افکار کے سوانح ہیں احرار کی بنیاد مولانا ہی کے مشورہ پر رکھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئی۔ لیکن ہم لاہور میں وہ کلکتہ میں۔ ہم جلوت کے وہ خلوت کے انہیں ملنا سرخ گندھک ڈھونڈ لانے کے مصداق تھا۔ ہم دوستانہ بے تکلفی نہ رکھتے تھے۔ ہمارے اور ان کے درمیان علم کا فاصلہ تو تھا ہی لیکن ان کا ادب و احترام بھی طبعی فاصلہ تھا۔ ہمارے سامنے روزمرہ کے عوارض تھے وہ ان کی طرف نگاہ نہیں کرتے تھے۔ تاہم یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ احرار، الہلال کی بازگشت ہے۔

مولانا آزادؒ مسلمانوں سے اس قدر مایوس کیوں ہیں۔ آغا صاحبؒ نے شاہ جیؒ سے پوچھا۔؟ فرمایا وہ تو نہیں۔ مسلمان ان سے مایوس ہیں۔ مولانا ان کی سطح پر اترتے ہیں اور ان کے دماغوں کی پستیوں سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ مسلمان شاعری کی پیداوار ہیں وہ لیڈر شپ سے اپنی خواہشوں کی اتباع چاہتے ہیں۔ اور خود لائحہ عمل تجویز کر کے اسے تختہ دار پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی مضبوطی کے بعد مسلمانوں کی لیڈر شپ سرکاری امراء کی تحویل میں چلی گئی اور وہ اجتماعی طور پر بڑے بڑے جاگیرداروں، زمینداروں، تعلق داروں اور تمنداروں کی ملکیت ہوگئے۔ مسلمان زندہ ہوتے تو مولانا مایوس نہ ہوتے اور مولانا تعلق دار ہوتے تو مسلمان ان سے بددل نہ ہوتے۔ مولانا چونکہ مسلمان ہیں۔ اس لئے ہر جہتی اعتراف مفقود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام آزادؒ کانگریس کی سب سے بڑی فراست کا نام ہے وہ کانگریس کو طوفاں سے نکالتے اور مخاطبین کے دلوں میں اتارتے ہیں۔ شاہ جیؒ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا مسلمانوں نے انہیں کربلا میں کھڑا کیا ہے ان کیلئے مسلمانوں کی اکثریت فرات کا کنارہ ہے۔ آج مسلمان صرف مسلمان ہوتے اور انہیں اپنی تاریخ کا علم ہوتا تو ان کی عقیدت کا مرجع ہوتے۔ یہ کوئی معمولی چیز ہے کہ جس ہندوستان کو انگریزوں نے مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اس ہندوستان کی آزادی کیلئے مولانا ابوکلام آزادؒ انگریزوں سے گفتگو کر رہا ہے۔ باباۓ اردو مولوی عبدالحق اردو کو اپنی متاع سمجھتے ہیں اور مسلمان اردو پر سیاستاً بچھے جاتے ہیں۔ گو مجھے خدشہ ہے کہ مسلمانوں کی اس عقیدت کے باعث اردو نہ صرف ہندوستان میں زخم کھائے گی بلکہ ایک عظیم ابتلا کا شکار ہوگی۔ لیکن مولانا ابوالکلام آزادؒ دنیا کے سب سے بڑی سلطنت کے نمائندوں سے کہ ان کی زبان ہی دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے۔ اردو میں مذاکرات کرتے ہیں اور اردو میں ہمکلام ہوتے ہیں۔ افسوس نہ باباۓ اردو اس پر فخر کرتے اور نہ مسلمانوں کو اس سے خوشی ہوتی ہے۔ یہ ایک جذباتی بات ہی سہی لیکن ایک جذباتی قوم سیاسی طور پر نابینا ہو جائے تو حسن پر قبح کو ترجیح دیتی ہے۔ اور زیاں میں سود کا گماں کرتی ہے۔ مسلمانوں کی سرگذشت انہی حادثوں سے اٹی ہوئی ہے......

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

© rasailojaraid.com